اقبال اور تارا چند رستوگی

ڈاکٹر عارفہ شہزاد [1]

Abstract:

"Tarachand Rastogi is one of those writers who oppose Iqbal"s plislosofy logiclessly.He want to impose his point of view on readers by hook or crook and in this effort his own statements appear to be laughable. He criticises Iqbal's family background, way of life, education and philosophy too.In his view all the Philosophy of Iqbal is mere copy of western and eastern philosophy. He says that Iqbal has no origonality of thought in his poetry and prose. But it is notable that Tarachand Rastogi has many conflicts in his own statements. He doesnt succeed in proving his own statments by logic. Thus his books mentioned in this article are worse example of enemity against Iqbal. These books are example of baseless statements and can be evaluated as trash."

اقبال کے کلام اور افکار کو جہاں دنیا بھر میں مانا گیا اور کئی زبانوں میں اس کے تراجم کیے گئے وہیں چند ناقدین نے اس کے خلاف پروپیگنڈا کر کے اپنا ادبی قد بلند کرنا چاہا۔ ایسے ہی ناقدین میں سے ایک ہندوستانی نقاد تارا چند رستوگی ہیں۔ تارا چند الٰہ آباد یونیورسٹی سے منسلک رہے اور اسی یونیورسٹی میں انھوں نے وائس چانسلر کے فرائض بھی انجام دیے۔ بنیادی طور پر وہ ماہرِ آثار قدیمہ اور تاریخ نگار ہیں۔ ان کی بیش تر کتب کا موضوع ہندوستانی تاریخ ہے۔ علاوہ ازیں شعبۂ تعلیم سے وابستگی کے سبب انھوں نے اس حوالے سے کتب بھی تحریر کیں۔ ذیل میں ان کی نمایاں کتب کی فہرست دی جا رہی ہے جن سے ان کی دلچسپیوں کا اندازہ کیا جا سکتا ہے:

1: (1922) Influence of Islam on Indian Culture

2: (1966) Naturel and Ideological Factors in Indian History

3: (1979) Society and State in the Mughal Period

4: (1990) Ecucational Technology

5: (1997) Modern Child Phsychology

6: (2002) Educational Phsychology

7: (2003) Principles of Teaching

ہمارے پیشِ نظر ان کی کتابیں Western Influence in Iqbal اور Iqbal in Final Countdown ہیں۔ اوّل الذکر کتاب ۱۹۸۵ء میں اشیش پبلشنگ ہاوس، نئی دہلی سے شائع ہوئی جب کہ مؤخرالذکر کتاب ۱۹۹۱ء میں اوم سنز پبلی کیشنز ،دہلی سے طبع ہوئی۔ یہ دونوں کتابیں اقبال مخالف رویّے کی بدترین مثال ہیں۔ ان کی ایک ایک سطر سے تعصب جھلکتا ہے۔ دراصل ہندوستان کے بیش تر مفکّرین اقبال کو تقسیمِ ہندوستان کا سبب سمجھتے ہیں۔ حالاں کہ انھوں نے مذہبی اکثریت کی بنا پر مسلمانوں کے لیے الگ صوبے کی تشکیل کا مطالبہ کیا تھا۔ اس مطالبے کو ہندوستان کی تقسیم کے خلاف اذہان نے الگ مملکت کے مطالبے پر محمول کیا اور اقبال سے برگشتہ ہو گئے۔ مزید برآں اقبال کی شاعری میں پان اسلام ازم کو انھوں نے ہندومت کی ضد گردانا۔ انھی ذہنی تعصبات کا شاخسانہ ہے کہ تقسیم کے بعد ۱۹۷۷ء میں بھارت میں حکومتی سطح پر اقبال صدی تقریبات اور اقبال سیمینارز کے انعقاد سے اجتناب کیا گیا۔

---

[1] ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

تارا چند رستوگی بھی اسی ذہنی پس منظر کی پیداوار ہیں۔ چنانچہ انھوں نے اپنی مذکورہ بالا کتابوں میں اقبال کی شخصی کمزوریوں کو اچھالا ہے اور ان کا مرتبہ گھٹانے کی ہر ممکن سعی کی ہے۔

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے کہ تارا چند رستوگی کی اقبال کے حوالے سے پہلی کتاب Westerrn Influence in Iqbal ہے جو ۱۹۸۷ء میں شائع ہوئی۔ یہ کتاب اقبال کے حوالے سے ان کے متعصبانہ نقطۂ نظر کی پہلی کڑی ہے۔ تاہم یہ کتاب ان کی دوسری کتاب Iqbal in Final Count Down کی نسبت قدرے معتدل اندازِ بیان کی حامل ہے۔ اس کتاب میں تاراچند رستوگی کا لہجہ اس قدر تلخ نہیں جیسا مؤخرالذّکر کتاب میں ہے۔بہرحال یہ واضح ہے کہ اس میں تارا چند رستوگی کا مجموعی نقطۂ نظر قطعیت کا حامل ہے اور وہ یہ ہے کہ اقبال اور مغربی فلاسفہ اور شعرا میں فکری مماثلتیں نہیں ہیں بلکہ اقبال ان کے مقلدِ محض ہیں۔ اس کتاب کے دیباچے کا آغاز ہی ان الفاظ سے ہوتا ہے:

"This study is an attempt at bringing to light the contribution of the West seems to have made to the poetry of Muhammad Iqbal."(1)

اسی طرح دیباچے میں آگے چل کر لکھتے ہیں:

"My thesis is confined to the tracing of the West in him."(2)

مذکورہ دیباچے ہی میں تارا چند رستوگی نے اس نقطۂ نظر کی وضاحت کر دی ہے کہ اقبال کے مغربی فلاسفہ سے تقابل کے سلسلے میں بیش تر ناقدین کا طرزِ تنقید درست نہیں۔ اس ضمن میں انھوں نے ڈاکٹر یوسف حسین خاں،ایس۔اے واحد، ڈاکٹر ولی الدین اور عبداللہ انور بیگ کے نام بالخصوص لیے ہیں۔ تارا چند رستوگی یہ کہتے ہیں کہ ان ناقدین اور دیگر بہت سے اقبالیاتی ناقدین کا رویہ بالعموم یہی ہے کہ وہ اقبال کی شعری عظمت کی جڑیں اسلامی عظمت کے سر چشموں سے پیوست قرار دیتے ہیں جب کہ مغربی فلاسفہ یا شعرا کے اثرات کو دونوں میں فکری و فنی مماثلتوں یا میلانات سے تعبیر کرتے ہیں۔ تارا چند رستوگی ایک طرف تو یہ کہتے ہیں کہ تمام تر لکھنے والوں پر اپنے سے پیش تر لکھنے والوں یا معاصر مصنفوں کے اثرات مرتسم ہوتے ہیں۔ اس ضمن میں انھوں نے ٹیگور کی مثال دی ہے، جنھوں نے مغرب کے اثرات قبول کیے۔ تارا چند رستوگی کہتے ہیں کہ یہی کلیہ اقبال پر بھی منطبق ہوتا ہے۔ صوفی غلام مصطفی تبسم کا نام اپنے ایک خط میں اقبال نے اس بات کا اعتراف بھی کیا ہے کہ ان کی بیش تر زندگی مغربی تاریخ اور فلسفے کے مطالعے میں گزری ہے۔ یہاں تک کہ اس زاویۂ نظر سے دیکھنا ان کی فطرت ثانیہ بن چکا ہے۔ نیز شعوری یا لاشعوری طور پر وہ اسلام کی حقانیت کو بھی اسی نقطۂ نظر سے پرکھتے ہیں۔

تارا چند رستوگی نے اس حوالے سے اقبال کی ڈائری The Stray Reflections کے مندرجات کو بھی بہ طور دلیل پیش کیا ہے۔ اس ڈائری میں اقبال نے بہت سے مغربی شعرا اور مفکرین کی تحریروں سے منتخبہ اقتباسات کا اندراج کیا ہے۔ اسی طرح ان کی کتاب The Reconstruction of Religions Thought in Islam بھی مغربی فلاسفہ کے حوالوں سے بھری ہوئی ہے، جو تارا چند رستوگی کے مطابق اقبال کی مغرب کی تقلید کا ثبوت ہے۔

ایک طرف تو تارا چند رستوگی یہ کہتے ہیں کہ اقبال اور ان کے زمانے کے نمایاں سیاسی رہنما اور مصنفین مثلاً راجا رام موہن رائے، مہارشی، گاندھی، تلک، نہرو اور ٹیگور سب اپنے زمانے کے سیاسی انتشار اور انگریزی طرزِ تعلیم کی پیدا وار تھے۔ اسی لیے اقبال کے ہاں مغربی اثرات حیرت کی بات نہیں۔ نیز وہ اقبال کی شعری عظمت کو تسلیم بھی کرتے ہیں اور اس بات کا اعتراف بھی کرتے ہیں کہ اقبال کی شعری عظمت کا راز اس امر میں پنہاں ہے کہ انھوں نے مشرق و مغرب دونوں کے دانائی کے سر چشموں سے استفادہ کیا۔ دوسری طرف پوری کتاب میں ایڑی چوٹی کا زور لگا کر یہ ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں کہ اقبال کے ہاں مغرب کے اثرات کے سبب انھیں عظیم شاعر اور فلسفی نہیں کہنا چاہیے۔ اقبال کی شعری عظمت کے اعتراف میں تارا چند رستوگی کے یہ الفاظ دیکھیے:

"Not only was Iqbal himself a great poet he also made Urdu poetry great through his poetry. His greatnes lies in the fact that he drank deep at both the eastern and western sources."(3)

اس کتاب Western Influen in Iqbalمیں اقبال کا مغربی فلاسفہ اور شعرا سے تقابل کرتے ہوئے تاراچندرستوگی کا طریق کار یہ ہے کہ ہر معروف فلسفی یا شاعر کے ساتھ اقبال تقابل کے لیے الگ باب قائم کیا ہے۔ یوں کل ۲۲ ابواب ایسے ہیں جن میں تقابلی مطالعہ کیا گیا ہے۔ تارا چند رستوگی پہلے مذکورہ فلسفی یا شاعر کے فکری نظریات بیان کرتے ہیں اور پھر اقبال کے کلام سے مماثل خیالات کی مثالیں دیتے ہیں۔ تاہم دلچسپ بات یہ ہے کہ خود ہی اپنے بیان کی تکذیب کرتے ہوئے فکرِ اقبال کو مذکورہ فلسفی سے منفرد قرار دیتے ہیں۔ بالعموم تارا چند رستوگی اقبال کی فکر کو اس سے آگے کی شے کہتے ہیں۔

اس سلسلے میں سب سے پہلے اقبال اور کانٹ کے تقابل کے مثال دیکھے۔ تارا چند رستوگی نے بیان کیا ہے کہ کانٹ نے اپنی کتاب Critique of Pure Reason میں انسانی عقل اور حواس کے محدود ہونے پر زور دیا ہے اور کہا ہے کہ محض وجدان ہی سے خدا کا ادراک کیا جا سکتا ہے۔ رستوگی کہتے ہیں کہ اقبال کے ہاں بھی یہی فلسفہ ملتا ہے۔ اس سلسلے میں انھوں نے اقبال کے کلام سے متعدد اشعار کی مثال دی ہے۔ آخر میں تارا چند رستوگی بحث کو سمیٹتے ہوئے اقبال اور کانٹ کے نظریات کا فرق بھی درج کر گئے ہیں۔ تارا چند رستوگی کا درج ذیل بیان اس بات کو پایہ ثبوت تک پہنچاتا ہے کہ اقبال مغربی فکر و فلسفہ کے مقلدِ محض نہیں ہیں۔ ان کے فلسفیانہ فکر کا سر چشمہ قرآن ہے۔ تارا چند رستوگی کہتے ہیں۔

"Both Iqbal and Kant, bend knees to faith, but Kant's faith is universal where as Iqbal,s is Islamic."(4)

یہاں قابلِ غور نکتہ یہ ہے کہ تارا چند رستوگی اقبال کی فکر کو اسلامی ہونے کی بنا پر عالمگیریت کے متضاد قرار دے رہے ہیں۔ اس نقطئہ نظر سے یقینا اختلاف کیا جا سکتا ہے کیوں کہ یہ محض اسلام مخالف قوتوں کا انفرادی نقطئہ نظر ہے۔ بہ صورت دیگر مسلمانوں اور مذہبی تقابلی مطالعات کرنے والے بہت سے مفکرین کے نزدیک مذہب اسلام میں عالمگیریت کی جملہ خصوصیات موجود ہیں۔ اسی باب میں آگے چل کر تارا چند رستوگی لکھتے ہیں:

"That Iqbal goes a long way with Kant is almost undeniable yet he parts company after travessing a little distance with him."(5)

تاہم محولہ بالا غیرشعوری اعتراف کرنے کے باوجود تارا چند رستوگی فوراً تعصب پر اُتر آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اقبال کانٹ سے لیے ہوئے خیالات کو اس درجہ مشاقی اور چالاکی سے بیان کرتے ہیں کہ کانٹ سے مستعار لی ہوئی سوچ ان کی اپنی سوچ محسوس ہوتی ہے۔

یہی صورتِ حال اگلے باب میں ہے، جس میں اقبال اور لیبنز(Leibniz) کا تقابل کیا گیا ہے۔ تارا چند رستوگی بیان کرتے ہیں لیبنز اپنے نظریہ حرکت و عمل کے سبب شہرت رکھتا ہے۔ اس کے نزدیک کائنات سادہ ترین عنصر (Monad) پر مشتمل ہے، جو مرکب کی تشکیل کرتا ہے۔ Monad ایک یونانی لفظ ہے جس کا مطلب وحدت ہے۔ تارا چند رستوگی کہتے ہیں کہ اقبال نے لیبنز کے اسی نظریے سے خودی کا نظریہ مستعار لیا ہے اور وہ فرد کو خودی کا محور و مرکز قرار دیتے ہیں۔ تارا چند رستوگی اس نکتے پر بھی اقبال کے تفکر کی برتری کو غیر شعوری طور بیان کر گئے ہیں۔ لکھتے ہیں:

"Iqbal regards, as Leibniz man as a monad, But he does not regard monad as windowless."(6)

گویا تارا چند رستوگی کے لیبنز کے موناڈ(Monad) کے تصوّر کو ''Windowless'' کہہ کر خود اقبال کے تصوّر کی برتری کو تسلیم کر رہے ہیں اسی طرح اس باب کے تقابلی مباحث کے آخر میں

لیبنز کے اقبال سے فکری تفاوت کو واضح طور پر تسلیم کرتے ہیں۔ تارا چند رستوگی کے الفاظ دیکھیے:

"He [Iqbal] does not let his ego merge in God's. It is therefore clear that Iqbal distinguishes between Individual Ego and Ultimate Ego but whereas Leibniz favours merger in the Ultimate Monad. Iqbal gaurds his ego against any such merrgar."(7)

گویا اقبال کے ہاں فلسفہ خودی اور فلسفہ بے خودی ایک دوسرے میں پیوست ہیں جب کہ لیبنز کا تصوّر اس کے برعکس ہے۔

اقبال اور فشطے(Fichte)کا تقابل کرتے ہوئے تارا چند رستوگی نے باب کے آغاز میں خلیفہ عبدالحکیم کی رائے کا حوالہ دیا ہے، جن کے مطابق اقبال کے ہاں فشطے کی نسبت نطشے کے اثرات زیادہ ہیں کیوں کہ فشطے واحدانیت پرست ہے۔

فشطے کے تصوّرات کی وہ وضاحت کرتے ہیں۔ تارا چند رستوگی بیان کرتے ہیں کہ فشطے کے نزدیک خودی مطلق سچائی جو خود شناسی کا ادراک بخشتی ہے۔ اس خود شناسی میں علم اور ہونے کی آگہی بھی شامل ہے۔ ہستی کے شعور کو فشطے عقلی وجدان کہتا ہے۔ خودی، بے خودی کی توثیق کرتی ہے۔

اس باب میں بھی تارا چند رستوگی فشطے اور اقبال کی فکری مماثلتیں بیان کرنے کے لیے کلامِ اقبال سے مثالیں دیتے ہیں۔ لیکن بحث کو سمیٹتے ہوئے یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اقبال کے ہاں بیان میں اس قدر مشاقی ہے کہ اقبال کے خیالات طبع زاد لگتے ہیں۔(۸) واضح ہے کہ تارا چند رستوگی کا یہ بیان ان کے پہلے سے طے شدہ تعصبات کا شاخسانہ ہے۔ دراصل جب وہ اپنے بیان کو ثابت نہیں کر پاتے تو اقبال کی طبع زاد فکر کو مستعار قرار دینے کے لیے سارا ملبہ اقبال کے ''مشاقانہ اسلوب'' پر گرا دیتے ہیں۔

اقبال پر ہیگل کے اثرات کو ثابت کرنے کے لیے تارا چند رستوگی نے اپنی بحث کا آغاز اس بات سے کیا ہے کہ اپنی ڈائری Stray Reflectionsمیں اقبال نے خود لکھا ہے کہ ہیگل کے مطالعے نے انھیں داخل کی طرف متوجّہ کیا۔ ہیگل کے بنیادی فلسفے کی وضاحت کرتے ہوئے تارا چند رستوگی لکھتے ہیں کہ ہیگل کے نزدیک دنیا متضاد طاقتوں کی کشمکش کی بنیاد پر چل رہی ہے۔ تخلیقی قوتوں کی یہ نامختتم جنگ شاعروں اور دانشوروں کی سوچ سے بالا تر ہے۔ کائنات کے تمام مادے ایک مطلق وجود سے پھوٹے ہیں۔ گویا ہیگل کا تصوّرِ روح کو اس کے فلسفیانہ تصوّرات میں مرکزی مقام حاصل ہے۔ ہیگل تعقل کا پیامبر ہے۔ تاراچندرستوگی خود اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ ہیگل کے برعکس اقبال کے ہاں عشق حاصل کائنات ہے۔ جیسا کہ جاوید نامہ میں جو سفر دکھایا گیا ہے۔ اس میں اقبال رومی کی زبانی کہتے ہیں کہ وجدان ہی کے ذریعے مطلق حقیقت تک رسائی ممکن ہے۔ جب اقبال اور ہیگل کے تصوّرِ روح میں اس قدر بنیادی تفاوت ہے تو سوال یہ ہے کہ تارا چند رستوگی کس بنا پر اقبال کے خیالات کو ہیگل سے مستعار قرار دے رہے ہیں؟ یقینا اقبال نے تصوّرِ روح کے حوالے سے اپنی منفرد راہ نکالی ہے جسے ماننے سے تاراچندرستوگی منکر ہیں۔

اقبال اور شو پنہار کے تقابل میں بھی تارا چند رستوگی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ بے شک اقبال اور شوپنہار کے ہاں نظریہ قدر میں مماثلت ہے مگر اقبال شو پنہار کی طرح قنوطیت پسند نہیں اور نہ ہی دنیا کو برائی اور درد کا گھر قرار دیتے ہیں۔ تارا چندر ستوگی کے الفاظ دیکھیے:

"Iqbal takes from Schopenhauer the notion of will as the continuous uprush of creative desire, but he does not regard it as evil and bling."(9)

تارا چند رستوگی یہ بھی کہتے ہیں کہ وی۔ جی۔ کیرنن نے اقبال کو ''Absorber'' قرار دیا ہے یعنی اقبال نے دیگر فلسفیوں کی فکر کے اثرات کو جذب کیا ہے۔ اگر چہ تارا چند رستوگی نے اس بات کا ذکر بہ طور طنز کیا ہے مگر ہر مغربی فلسفی سے تقابل کرتے ہوئے خود تارا چندر ستوگی کے

بیانات گواہ ہیں کہ اقبال نے ہر فکر و فلسفہ میں اپنی منفرد راہ نکالی ہے۔ محولہ بالا تمام تقابلی مطالعات اس بات کا ثبوت ہیں۔

اقبال اور برگساں کا تقابل کرتے ہوئے، تارا چندر ستوگی دونوں کے ہاں فلسفۂ حرکت و عمل کی مماثلت کو زیرِ بحث لائے ہیں۔ ساتھ ہی اقبال کی بعد کی شاعری میں داخلی سفر کی طرف رجحان کو برگساں سے مختلف بھی قرار دیتے ہیں۔ تارا چندرستوگی کا بیان دیکھیے:

> "But in his later poetry the gool-less journey is replaced by an inward journey and Iqbal began to regard this as an improvement upon Bergson's view point."(10)

اقبال اور مارکس کے خیالات کی مماثلتوں کا جائزہ لیتے ہوئے بھی تارا چند رستوگی یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ اقبال بے شک اشتراکیت کے حامی ہے مگر ان کی اس حوالے سے فلسفیانہ فکر مارکس کی فکر کا بعینہٖ چربہ نہیں ہے۔ تارا چندر ستوگی کا یہ اعتراف دیکھیے:

> "It therefore follows that he is in agreement with Karl Martx a great extent though he does not go to the whole way with him."(11)

تارا چند رستوگی کا یہ بھی کہنا ہے کہ اقبال نے اپنی کتاب Reconstruction Religous Thought in Islam میں ولیم جیمز (William James) کی کتاب The Varieties of Riligious Experiece سے استفادہ کیا ہے۔ بالخصوص اقبال کا نظریہ تصوّف ولیم جیمز کی اسی کتاب سے مستعار لیا گیا ہے۔ اس ضمن میں تارا چندر ستوگی نے اقبال اور ولیم جیمز کے متعدد مماثل بیانات بہ طور دلیل پیش کیے ہیں۔ مگر تارا چندر ستوگی یہ فراموش کر گئے ہیں کہ اسلام میں تصوّف کی وسیع اور قدیم روایت موجود ہے جو ولیم جیمز کی کتاب سے بہت پہلے کی ہے۔ پھر جن نکات کو تارا چند رستوگی نے مماثل قرار دیا ہے وہ کوئی اسے انوکھے اور منفرد خیالات نہیں جو اسلامی تصوّف سے الگ ہوں۔

اقبال اور میک ٹیگریٹ (Mctaggrat) کا تقابل کرتے ہوئے تارا چند رستوگی ایک تو واضح طور پر اعتراف کرتے ہیں کہ میک ٹیگرٹ بنیادی طور پر فلسفی ہے جب کہ اقبال سراپا شاعر ہے جس کے ہاں فلسفیانہ خیالات شاعری میں باندھے گئے ہیں۔ جہاں تارا چند رستوگی نے ان دونوں کے ہاں تصوّر بقا اور تصوّر وقت کو مماثل قرار دیا ہے وہاں یہ بھی اعتراف کیا ہے کہ اقبال کے ہاں تصوّر بقا یا لا فانیت کا تصوّر مختلف ہے۔ تارا چندر ستوگی کے الفاظ دیکھیے:

> "Immortalitty in McTaggrat is only 'immortality' of quality which is not the same thing as descrihed by Iqbal."(12)

جب تارا چند رستوگی یہاں واضح طور پر یہ بیان دے رہے ہیں کہ میک ٹیگریٹ اور اقبال کے ہاں تصوّر فنا و بقا مختلف سے ہے تو اس سے پہلے کا بیان خود ان کے اس بیان کی تکذیب ہے۔تارا چندر ستوگی کی کتاب جابجا اس نوع کے شتر گربہ بیانات سے بھری پڑی ہے۔ اسی طرح وائٹ ہیڈ اور اقبال کا تقابل کرتے ہوئے خود ان کا اعتراف سنیے:

> "According to Whitehead body influences mind but mind affects what the body does. Iqbal too advises to look withim but for this he is perhaps not indebted to whitehead."(13)

گویا تارا چندر ستوگی خود یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اقبال بھی اندر کی آنکھ سے دیکھنے کا سبق دیتے ہیں مگر ان کا یہ تصور وائٹ ہیڈ سے مختلف ہے۔ پھر تارا چندر ستوگی کے اس صریح اعتراف کے بعد اقبال کے وائٹ ہیڈ سے اکتساب پر بحث کی کیا گنجائش رہ جاتی ہے؟ یوں معلوم ہوتا ہے کہ تارا چندر ستوگی کو خود بھی احساس نہیں ہوتا کہ ان کا جھکاؤ اقبال کی طرف ہے۔

اقبال اور دانتے کے تقابل میں تارا چندر ستوگی کا بیان نہایت دلچسپ ہے لکھتے ہیں:

> "There is nothing derogatory in having any work as model if one own creation bears one's own's stamp. Javaid Nama, although modelled on Devine Comedy,

remains Iqbalian."(14)

یہ دلچسپ صورتِ حال ہے کہ وہ خود یہ بیان دے رہے ہیں کہ اگر کسی کی شاعری میں اس کے اپنے اسلوب اور اندازِ بیان کی منفرد چھاپ نمایاں ہو تو اخذو اکتساب میں حرج نہیں جیسا کہ اقبال نے جاوید نامہ لکھتے ہوئے دانتے کی نظم ڈیوائن کامیڈی کو پیش نظر تو رکھا مگر جاوید نامہ کی اندازِ بیان، فلسفہ اقبال کی اپنی فکر کا نمائندہ ہے تارا چند رستوگی کا یہ بیان سراسر اقبال کے حق میں جاتا ہے۔

بعد ازاں دیگر تمام فلاسفروں اور شعرا سے اقبال کا تقابل کرتے ہوئے تارا چند رستوگی کا اندازِ تنقید اختصار کی طرف مائل نظر آتا ہے۔ یوں لگتا ہے گوئٹے، ورڈز ورتھ، براؤننگ، گرے(Gray)، شیلے، بائرن اور برنارڈ شاکے نظریات کا اقبال سے تقابل کرتے ہوئے تارا چند رستوگی کو احساس ہو چلا ہے کہ تفصیلی موازنے کی صورت میں ان کے اپنے بیانات کی تکذیب ہو چلی ہے اس لیے عافیت اسی میں ہے کہ مختصر بات کی جائے۔

چنانچہ گوئٹے کے حوالے سے وہ یہ کہتے ہیں کہ اقبال کا تصوّر خیرو شر گوئٹے سے اکتساب کا نتیجہ ہے۔ ورڈزورتھ کے مطالعے نے اقبال کو رومانویت کی طرف مائل کیا۔ یہی صورتِ حال براؤننگ شیلے، گرے، بائرن اور برنارڈ شاکے حوالے سے ہے۔

محاکمے (Conclusion)کا آغاز ہی ان سطروں سے ہوتا ہے:

"There is thus enough of the West in Iqbal. The assimilation of thoughts and impressions from the sources not indignous in itself not derogatory: rather to literary efforts. We have it from as great a poet and artist as Rabinderanath Tagore. A sign of gresatness is great geniuses is there enormous capacity for borowing, very often without their knowing it: they have unlimited credit in the world market of the cultures. Only mediocrites are ashamed and afraid of borrowing for they don't kow how to pay back the debt in their own coin,s... Iqbal's contact with the west gave a new turn to his poetry."(15)

گویا محاکمے میں تارا چندرستوگی نے رابندر ناتھ ٹیگور کے قول کا حوالہ دے کر یہ کہا ہے کہ اخذ و اکتساب غیر شعوری طور پر ہوتا ہے اور مغربی فلسفیوں کے مطالعے نے اقبال کی شاعری کو ایک نئی جہت دی۔ تارا چند رستوگی کا یہ محاکمہ اور بیان ان کی دوسری کتاب Iqbal in Final Count Downتک آتے آتے یک سر بدل جاتا ہے۔

کتاب کے دیباچے کا آغاز ہی تارا چند کے ذہنی تعصبات کا عکاس ہے۔ طنزیہ انداز میں کہتے ہیں کہ اقبال کو بیک وقت شاعر، فلسفی، محبِ وطن، پاکستان کا بنیاد گزار اور پتا نہیں کیا کیا قرار دیا جاتا ہے۔ مزید کہتے ہیں کہ یہ کس قدر تضاد بیانی ہے۔ ایک شخص ایک ہی وقت میں اتنی بہت سی حیثیات کا مالک کیسے ہو سکتا ہے؟ گویا کتاب کا یہ آغاز ہی اس بات کا اعلان ہے کہ تارا چند اقبال کی ان تمام حیثیات کو چیلنج کرنے جا رہے ہیں۔ تارا چند کے الفاظ اور لب و لہجہ دیکھیے:

"What an interesting paradox, there are many Iqbal-Iqbal: the poet ,Iqbal: the philosopher, Iqbal: the patriot, Iqbal: the precursor of Pakistan, Iqbal: the vehicle of fundamentalism, Iqbal: in popular conception, and so forth."(16)

تارا چند نے اس کتاب Iqbal in Final Countdown میں اقبال کے حوالے سے جن جہات کا احاطہ کیا ہے ان کا اندازہ کتاب کی فہرست سے کیا جا سکتا ہے جو درج ذیل ہے:(۱۷)

1: To begin with.
2: Poetry works of Iqbal.
3: The Development of Metaphysics in Persia.
4: The Reconstructionof Religious Thought in Islam.
5: The Letters written by Iqbal and his speeches.

6: Stary reflections: A note-book of Allama Iqbal.
7: Iqbal's soft nothings.
8: Iqbal…Rabindranath Tagore…Sri Aurobindo.
9: Iqbal and S.Radhakrishnan.
10: Iqbal and political awakening in India.
11: Iqbal and Md. Ali Jinnah.
12: Iqbal and Amin Zuberi. Khado-o-khall-i-Iqbal.
13: Iqbal viewed by persons of religio-historical persuations.
14: A Summing-up.

گویا سو، سوا سوصفحے کی اس کتاب میں تارا چند نے اقبال کی شاعری کی گیارہ کتابوں، پی-ایچ ڈی کے مقالے، خطباتِ اقبال، اقبال کی ڈائری کے جائزے کے علاوہ معروف مفکرین سے اقبال کا تقابل بھی کیا ہے۔ مزید برآں اقبال کے سیاسی حیثیت، ان کے مکاتیب اور مختلف معروف افراد کی اقبال کے حوالے سے آرا کا بھی تجزیہ کیا ہے۔ امین زبیری کی کتاب خدوخال اقبال کا خصوصی تجزیہ بھی فہرست میں شامل ہے۔

تارا چند کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے اقبال کا ہر پہلو سے احاطہ کیا ہے مگر سوا سو صفحے کی اس کتاب میں اس قدر متنوع موضوعات سے انصاف نا ممکن بات ہے۔ دراصل تارا چند رستوگی کی یہ کتاب طے شدہ تعصبات کی روشنی میں اقبال کے محاکمے کی سعی ہے جس کا مقصد اقبال کی تفہیم سے زیادہ اقبال کے بت کو پاش پاش کرنا ہے۔ اس لیے مصنف تفصیل کی طرف مائل نہیں ہوئے۔ ہر موضوع میں ان کی تان اس بات پر آ کر ٹوٹتی ہے کہ اقبال کا کم مرتبہ خاندانی پس منظر ان کے محدود فکری افق کاسبب تھا۔ تارا چند رستوگی نہایت حقارت سے اس امر کا تذکرہ کرتے ہیں کہ اقبال کے والد ایک درزی تھے اور انھیں اپنے علاقے میں نتھو مستری کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ نیز یہ کہ اقبال کے کشمیری خاندانی پس منظر کاتذکرہ محض جھوٹ ہے۔ تارا چند یہ بھی کہتے ہیں کہ تعلیمی لحاظ سے اقبال اس قدر کمزور تھے کہ انہوں نے فلسفے کی ڈگری تیسرے درجے میں اور دوسری کوشش میں حاصل کی۔ مزید براں وہ بہ طور وکیل بھی زیادہ کامیاب نہیں تھے۔ معاشی طور پر کمزور ہونے کے سبب انھوں نے حیدرآباد کے مہاراجہ کرشنا پرشاد شاد اور ریاست بھوپال کے وزیر سرراس مسعود سے مالی مدد بھی حاصل کی۔ تارا چند کا بیان دیکھیے:

> 'Iqbal had a third class master degree in philosophy, that too in second attempt. As a lawyer he could make no headway. Iqbal was a total failure; in the collection of his letters one can easily find out Iqbal's soliciting help from Maharaja Krishna Pershad Shad of Hyderabad and Raas Masu'd, Minister in Bhopal State."(18)

اس بیان سے واضح ہے کہ تارا چند رستوگی اقبال کے خاندانی اور تعلیمی پس منظر پر حرف گیری کے ذریعے ان کا مقام و مرتبہ گھٹانا چاہتے ہیں۔ نیز جہاں تک اقبال کے مہاراجہ کرشنا پرشاد شاد اور سر راس مسعود سے مالی امداد لینے کی بات ہے، یہ مضحکہ خیز ہے۔ مذکورہ اصحاب نے اقبال کی عمدہ شعری کاوشوں پر انھیں انعام کے طور پر رقم دی تھی اور یہ اعزاز سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ اس بات کو اقبال کی خودی کے منافی قرار دینا ہرزہ سرائی کے سوا کچھ نہیں۔

اقبال کے پی ایچ‌ڈی کے مقالے کے حوالے سے تارا چند رستوگی کا بیان مسکرانے پر مجبور کر دیتا ہے کہ کوئی شخص محض مخالفت میں اس حد تک جا سکتا ہے! تارا چند کہتے ہیں کہ اقبال نے پہلے یہ مقالہ کیمبرج یونیورسٹی میں گریجویشن کے لیے پیش کیا۔ پھر یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ اقبال نے اس کے بعد میں اس مقالے کو ماسٹرز کی ڈگری کے حصول کے لیے کیوں پیش نہیں کیا؟ تارا چند

رستوگی کے اس ''معصومانہ'' سوال کا واضح جواب موجود ہے کہ یہ مقالہ اس قابل تھا کہ اسے ڈاکٹریٹ کی سند کے لیے پیش کیا جاتا۔ چنانچہ اقبال نے ایسا ہی کیا۔ تارا چند رستوگی اس مقالے کو غیر معیاری قرار دیتے ہوئے یہاں تک کہتے ہیں کہ کس ہندوستانی یونیورسٹی سے یہ کام منظور تک نہ ہوتا۔ ان کے الفاظ دیکھیے:

> "His thesis which was first submitted to Cambridge University committee for a Bachelor's Degree and later to the University of Munich for a Ph.D Degree is just a trash; such a work can never be approved by any University of India."[19]

تارا چند اقبال کے پی ایچ۔ڈی کے مقالے کے حوالے سے یہ بھی کہتے ہیں کہ اقبال نے اپنی دوست ایما ویگناسٹ (Emma Veginast) کی مدد سے جرمن زبان کی اس حد تک شدبد حاصل کر لی تھی کہ مقالے کا زبانی امتحان جرمن زبان میں دے سکیں اس لیے انھیں ڈاکٹریٹ کی ڈگری دے دی گئی۔ اس بیان سے تعصب جھلک رہا ہے۔ نیز یہ جرمنی کی یونیورسٹی کے معیار پر سوال اٹھانے کے مترادف ہے۔ ایسا کس طرح ممکن ہے کہ تین ماہ کے اندر اقبال نے جرمنی میں اس قدر اعلیٰ سطح پر تعلقات بنا لیے ہوں کہ انھیں غیر معیاری کام پر بھی ڈاکٹریٹ کی ڈگری سے نواز دیا جائے۔ اسی مقالے کو جب گریجوایشن کی ڈگری کے لیے پیش کیا گیا تو سند پر واضح طور پر یہ الفاظ درج تھے کہ مقالہ بے حد معیاری ہے۔ یہ سند اقبال کے پوتے منیب اقبال کے پاس محفوظ ہے جس پر واضح طور پر مقالے کے معیار پر اطمینان کا اظہار کیا گیا ہے۔

تارا چند رستوگی اقبال کی غیر مطمئن عائلی زندگی پر بھی سوال اٹھاتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ اقبال بازارِ حسن جایا کرتے تھے اور ان کی وفات اسی علت کے سبب لاحق ہونے والی بیماریوں کے باعث ہوئی۔ تارا چند کا بیان دیکھیے:

> "Iqbal Singh in his work An Ardent Piligrim (Oriental Long man, 1951) has reffered to Iqbal's bubbling youth seeking solace in brotheles…the symptoms of the disease he suffered from resembling those of venereal disease."[20]

محولہ بالا اقتباس کے آخری حصّے سے واضح ہے کہ تارا چند رستوگی محض قیاس آرائی کر رہے ہیں۔ انھیں اس امر کا یقین نہیں۔ اقبال کا بازارِ حسن جانا مان بھی لیا جائے تو کون شخص ہے جس کی شخصیت میں کاملیت ہو؟ شخصی کمزوریوں سے انسان مبرّا نہیں۔ نیز ہم علامہ اقبال کی شعری عظمت سے تو چنداں انکار نہیں کر سکتے۔ اقبال بہ طور شخص کمزوریوں کا مرقع بھی ہوں تو اس سے ان کی شاعری کا کیا تعلق ہے؟ خدا نے انھیں جو شاعرانہ صلاحیت و دیعت کر رکھی تھی اس کا جوڑ ممکن نہیں۔ اسے تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں۔ چنانچہ خود تارا چند رستوگی بھی اس کتاب میں بارہا یہ اعتراف کرتے ہیں کہ ان شخصی کمزوریوں کا اقبال کی شاعری سے کوئی تعلق نہیں ان کی شعری حیثیت مسلمہ ہے:

> "However this has no bearing on the poetry he wrote."[21]

تاہم اقبال کی شاعری پر بات کرتے ہوئے بھی تارا چند رستوگی فضول اعتراضات اٹھانے سے باز نہیں آتے۔ ان کا بیان ہے کہ اقبال کی شہرت کا دار و مدار محض بانگِ درا اور بالِ جبریل پر ہے۔ باقی سب کتابیں کمزور شاعری کی حامل ہیں۔

اقبال کی شہرۂ آفاق نظموں پر وہ ایسے اعتراض اٹھاتے ہیں کہ پڑھ کر ہنسی آتی ہے۔ کہتے ہیں کہ ''مسجد قرطبہ'' نظم صرف مسلم نفسیات کے حامل قاری کو پسند آ سکتی ہے ورنہ اس میں کوئی خاص بات نہیں۔ اقبال کی چھوٹی چھوٹی بات کو پکڑ کر اسے من چاہا رنگ دینا اور دل پسند معنی معانی میں ڈھالنا تارا چند رستوگی کا خاص انداز ہے جو پوری کتاب میں نظر آتا ہے۔ نظم ''مسجد قرطبہ'' پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں، اقبال کہتے ہیں کہ وہ وہاں نماز نہیں پڑھ سکے اس بات کا انھیں ملال ہے کیونکہ وہ مسجد اب چرچ میں تبدیل ہو چکی تھی۔ تارا چند رستوگی طنزیہ انداز میں اس بات پر

تبصرہ کرتے ہیں کہ اقبال نے وہاں نماز پڑھنے کی کوشش ہی کب کی تھی۔ ان کے نزدیک تو ان کی نواہی ان کی نماز تھی۔ تارا چند رستوگی کے الفاظ دیکھیے:

…"since there was no permission for the performance of Islamic prayers Iqbal could not have done so as a matter of fact, he didn't attempt to offer Namaz; else he would not have said:

HE IHI MERI NIMAZHE IHI MERA WAZU
MERI NAWAAON MEIN HAY MERAY JIGAR KA LAHOO

(My prayer and my oblation both-consist in my Melodies watered by my life-blood) ."[22]

تارا چند رستوگی نظم ''مسجد قرطبہ'' کو ماضی کی طرف فرار قرار دیتے ہیں۔ حالاں کہ اقبال کا مطمحِ نظر شاندار ماضی کی طرف رجوع سے حال کو سنوارنا اور مستقبل کی تعمیر کرنا ہے۔ تارا چند رستوگی اس باریک نکتے تک پہنچ ہی نہیں پاتے! جہاں تک ''مسجد قرطبہ'' کی فکری و فنی عظمت کا سوال اٹھانے کا قضیہ ہے تو واضح ہے کہ ایک اوسط درجے کا ذہن اپنی ذہنی سطح سے بلند نظم کو کیا سراہ سکے گا۔ یہی تارا چند رستوگی کا حال ہے۔ وہ اپنے عقائد کے گنبد میں مقید ہیں اور اس نظم کو نظریاتی اعتبار سے دیکھنے کی صلاحیت سے محروم ہیں یہی وجہ ہے کہ نظم ان پر نہیں کھلتی تاہم وہ اس امر کو تسلیم نہیں کرتے۔

اقبال کی نظموں کا محاکمہ کرتے ہوئے وہ ان کا مضحکہ اڑانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتے۔ نظم ''ابلیس کی مجلس شوریٰ'' کا تقابل کیفی اعظمی جیسے اوسط درجے کے شاعر کی نظم سے کرنے لگتے ہیں اور جوش مخالفت میں اسے اقبال کی نظم سے برتر قرار دیتے لگتے ہیں۔ اس نوع کے تبصروں پر سوائے ہنسنے کے اور کیا کیا جا سکتا ہے! کیفی کی نظم ''ابلیس کی مجلس شوریٰ کا دوسرا اجلاس'' محض اس لیے انھیں مرغوب ہے کہ اس میں کیفی اعظمی نے بھی اقبال کی نظم کا خاکہ اڑایا ہے۔ تارا چند رستوگی لکھتے ہیں:

"Kaifi in his poem takes Iqbal to task for his lack of knowledge and negation of negation. Kaifi's is thought provoking poem; as a matter of fact Iqbal was unknown to this variety of reasoning. The background he came from was quite ordianary and as such the collective unconsious was prone to historical rather legendary, role of the conquests made by the Mongoles converted to Islam."[23]

تارا چند رستوگی کو اقبال کے تعلیم نسواں کے حوالے سے نظریات پر نا صرف اعتراض ہے بلکہ اس ضمن میں وہ ان کے اشعار کا تقابل ان کی ذاتی زندگی سے عجیب متعصبانہ انداز میں کرتے ہیں۔ کہتے ہیں اقبال نے لکھا تھا:

مکالماتِ فلاطوں نہ لکھ سکی لیکن
اسی کے شعلے سے ٹوٹا شرارِ افلاطون

تارا چندرستوگی کہتے ہیں:

اقبال کا عائلی زندگی میں جن خواتین سے واسطہ پڑا وہ ان پڑھ تھیں۔ اس لیے اقبال نے اس نوع کے خیالات کا اظہار کیا۔ نیز اقبال اس قابل ہی نہ تھے کہ پڑھی لکھی، نستعلیق اور شاندار خواتین سے ربط رکھنے میں کامیاب ہوتے۔ چنانچہ انھیں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ تارا چند رستوگی کے الفاظ دیکھیے:

"It my be noted here that all the three ladies Iqbal married were unlettored; and he met with only failure whenever he chanced upon comming into contact with any lady, refined and elegant."[24]

نجی زندگی پر اس نوع کا اعتراض اور پھر شاعری کی تصریح کے ضمن میں یوں نجی زندگی

کو گھسیٹنا تارا چند رستوگی کے ذہنی تعصب اور نیچ پن کا عکاس ہے۔ محولہ بالا اشعار میں بیان کردہ معنویت کے ضمن میں یوں اقبال کی کردار کشی تعصب نہیں تو اور کیا ہے۔ اس شعر اور ان کی نجی زندگی کا کیا ربط ہے؟ سوائے اس کے کہ تارا چند رستوگی تلے بیٹھے ہیں کہ ہر صورت اقبال کو نیچا دکھا کر چھوڑیں گے مگر اس سعی میں ان کا اپنا اُتھلا پن عیاں ہو جاتا ہے۔

اقبال کی فارسی تصانیف اسرارِ خودی اور رموزِ بے خودی پر بھی تارا چند معترض ہیں اور انھیں اقبال کی کم رتبہ تحریریں قرار دیتے ہیں۔ ان تصانیف پر سب سے بودا اعتراض یہ اٹھایا ہے کہ اگر ان اشعار کا اردو ترجمہ یا انگریزی ترجمہ کیا جاتا تو لطف جاتا ر ہے۔ ''فاضل معترض'' تارا چند رستوگی اس امر سے ناآشنا ہیں۔ کہ گوئٹے کا معروف قول ہے:

"Poetry can never be translated"

یعنی شاعری کا رس جاتا رہتا ہے جب اسے ترجمے کے قالب میں ڈھالا جائے تو پھر صرف اقبال ہی کی شاعری پر یہ اعتراض کیوں؟ یہ تو ترجمے کی نارسائی ہے کہ وہ ان اعلیٰ اور پُرتاثیر خیالات کو اپنے قالب میں نہیں سمیٹ سکتا۔ آخر کوئی تو وجہ ہے کہ دنیا بھر کے ناقدین و مترجمین ان تصانیف کے قائل ہیں! مگر تارا چند رستوگی جانتے بوجھتے اس بات کو ماننا نہیں چاہتے اس لیے فضول سوال اٹھاتے چلے جاتے ہیں۔ تارا چند رستوگی کہتے ہیں اقبال نے فارسی زبان میں اس لیے لکھا کہ تمام عالمِ اسلام تک اپنا پیغام پہنچائیں مگر پھر انھوں نے ان تصانیف یعنی اسرارِ خودی اور رموزِ بے خودی کے دیباچے اردو میں کیوں لکھے ہیں؟ ظاہر ہے اقبال کا مقصود اپنی شاعری اور اس کے ذریعے اپنی شاعری اور اس کے ذریعے اپنا پیغام تمام عالمِ اسلام تک پہنچانا تھا۔ ان کا مقصد دیباچے پڑھوانا تو نہیں تھا جو اس حوالے سے خاص اہتمام کرتے کہ یہ بھی فارسی میں ہوں۔ نیز ان تصانیف کے قاری محض غیر ملکی فارسی شناس تو نہیں تھے۔ ان کتابوں کے قارئین میں مقامی ہندوستانی بھی شامل تھے جو دونوں زبانوں یعنی فارسی اور اردو سے آشنا تھے۔ علاوہ ازیں یہ امر بھی پیش نظر رہے کہ فارسی تصانیف پر اردو دیباچہ لکھنا روایت کا حصّہ تھا اور اقبال نے اس روایت کا تتبع کیا تھا اس پر نقطۂ اعتراض اٹھانا اعتراض برائے اعتراض کے مترادف ہے۔

تارا چند رستوگی اقبال کے مقابل عالمی شاعر کی حیثیت کو بلا چون و چراں تسلیم کرتے ہیں مگر اقبال کے ان سے تقابل پر معترض ہیں۔ کہتے ہیں کہ زبورِ عجم کی شاعری اچھی تو ہے مگر اس میں اقبال نے محض حافظ کے زبان و محاورہ اور لفظیات کا تتبع کیا ہے۔ یہ بھی اک بودا اعتراض ہے جس شخص نے بھی حافظ اور اقبال کے کلام کا بہ نظرِ عمیق مطالعہ کیا ہو وہ بخوبی اندازہ لگا سکتا ہے کہ حافظ اور اقبال میں فکری و فنی اشتراکات ہونے کے باوجود ان کی اپنی اپنی انفرادیتیں ہیں جو ان میں سے ہر ایک کی حیثیت کو مسلم بناتی ہیں۔ تاہم تارا چند رستوگی آنکھ بند کیے رکھنے پر مُصر ہیں اور ان کی تنقید محض زبانی جمع خرچ ہے نیز ان کی تنقید جس کا محرکِ محض تعصب ہے اس لیے انھیں اقبال کی شاعری کم تر لگتی ہے۔

اقبال کی شاعری کابنیادی اور کلیدی تصوّر خودی کا نظریہ ہے۔ کلیاتِ اقبال اردو کے بیشتر اشعار اس تصوّر کو کماحقہ، واضح کرتے ہیں نیز اسرارِخودی اور رموزِ بے خودی کے علاوہ دیگر فارسی تصانیف بھی خودی کے تصور کی شارح ہیں۔ تاہم تارا چند رستوگی اس امر سے کلیتاًمنکر ہیں اور کہتے ہیں کہ اقبال نے کبھی اس امر کی پروا ہی نہیں کی کہ واضح کریں ''خودی'' کیا ہے۔ تارا چند کا اندازِ طنز دیکھیے:

"All in all his work centeres upon pointing up the potentialities of the self but never cares to define what the SELF is."(25)

ہم محض کلیاتِ اقبال (اردو) کا تجزیہ کریں تو اقبال کے بہت سے اشعار ایسے ہیں جو ''خودی'' کے اجزا کی کامل وضاحت کرتے ہیں۔ ذیل کے اشعار دیکھیے:

خودی ہو علم سے محکم تو غیرتِ جبریل

اگر ہو عشق سے محکم تو صورِ اسرافیل(۲۶)

چڑھتی ہے جب فقر کی سان پہ تیغ خودی
ایک سپاہی کی ضرب کرتی ہے کارِ سپاہ(۲۷)

عشقِ بتاں سے ہاتھ اٹھا اپنی خودی میں ڈوب جا
نقش و نگارِ دیر میں خونِ جگر نہ کر تلف(۲۸)

محض ان تین اشعار سے واضح ہے کہ علم، عشق، فقر اور غیراللہ سے کنارہ کش، خودی کی حفاظت کے لیے امرِ لازم ہیں پھر بالِ جبریل سے یہ طویل اقتباس دیکھیے کیا یہ خودی کے تصوّر کی گوناگوں جہات واضح نہیں کرتا؟

اندھیرے اجالے میں ہے تابناک
من و تو سے پیدا من و تو سے پاک
ازل اس کے پیچھے ابد سامنے
نہ حد اس کے پیچھے نہ حد سامنے
زمانے کے دریا میں بہتی ہوئی
ستم اس کے موجوں کے سہتی ہوئی
تجسس کی راہیں بدلتی ہوئی
دما دم نگاہیں بدلتی ہوئی
سبک اس کے ہاتھوں میں سنگ گراں
پہاڑ اس کی ضربوں سے ریگِ رواں
سفر اس کا انجام و آغاز ہے
یہی اس کی تقویم کا راز ہے
کرن چاند میں ہے شرر سنگ میں
یہ بے رنگ ہے ڈوب کر رنگ میں
اسے واسطہ کیا کم و بیش سے
نشیب و فراز و پس و پیش سے
ازل سے ہے یہ کشمکش میں اسیر
ہوئی خاک آدم میں صورت پذیر
خودی کا نشیمن ترے دل میں ہے
فلک جس طرح آنکھ کے تل میں ہے
خودی کے نگہباں کو ہے زہرناب
وہ ناں جس سے جاتی رہے اس کی آب
وہی ناں ہے اس کے لیے ارجمند
رہے جس سے دنیا میں گردن بلند
فر و فال محمود سے در گزر
خودی کو نگہ رکھ ایازی نہ کر
یہ عالم یہ ہنگامۂ رنگ و صوت
جہاں زندگی ہے فقط خورد و نوش
خودی کی یہ ہے منزلِ اوّلیں
مسافر یہ تیرا نشیمن نہیں

خودی شیرِ مولا جہاں اس کا صید
زمیں اس کی صید آسماں اس کا صید[۲۹]

محض محولہ بالا اقتباسات پر بس نہیں، اقبال کی دیگر تصانیف میں کئی جگہ اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں ایسے شعر ملتے ہیں جن میں خودی کے تصوّر کی پوری وضاحت ہے۔ اب تارا چند رستوگی اپنی تنگ ذہنی کے سبب اسے سمجھنے پر آمادہ نہیں تو کیا کیا جا سکتا ہے! اقبال کے تصور خودی کے حوالے سے تارا چند رستوگی اس نتیجے کا استخراج کرتے ہیں:

"As a matter of fact the the KHUDI (the self) Iqbal enjoined upon in against the perspective of legendary. Islamic history; it is more or less an abrasive and aggressive posturing which cannot but remind his role as a Muslim leaguer."[30]

بہت سے ناقدین نے اقبال کا فلاسفہ اور مفکّرین سے تقابلی مطالعہ کیااور ان کے فکری اشتراکات پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ اس ضمن میں سب سے زیادہ رومی اور اقبال کی فکری مماثلت زیرِ بحث آئی ہے۔ جب کہ تارا چند رستوگی اپنے متعصبانہ ذہن کے باعث اقبال کو رومی کا مقلد محض قرار دیتے ہیں۔ اقبال اور رومی کے حوالے سے بہت سے مفکرین نے کتب اور مقالات تحریر کیے ہیں، جن میں دلائل ہی دلائل ہیں۔ اس کے مقابل تارا چند رستوگی نے محض بیان داغ دینے پر اکتفا کیا ہے اور صاف واضح ہے کہ دلائل فراہم کرنے سے قاصر ہیں۔ ان کا بیان دلائل کی عدم فراہمی کے سبب کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے؟

محض رومی کے حوالے سے تارا چند رستوگی کا یہ نظریہ نہیں دیگر مفکرین سے تقابل کرتے ہوئے بھی تارا چند رستوگی حتی الامکان اقبال کی حیثیت کو گھٹا کر دکھانا چاہتے ہیں۔ اقبال اور رادھا کرشن کے فلسفیانہ افکار کی مماثلت کو نظیر صدیقی نے اپنی کتاب Iqbal and Radha Krishanan میں موضوع بنایا ہے۔ نظیر صدیقی نے اس سلسلے میں تفصیلی دلائل دیے ہیں۔ دونوں شخصیات کی تحریروں سے مثالیں پیش کی ہیں۔ جب کہ تارا چند رستوگی یہاں بھی بے دلیل بیان پر اڑے نظر آتے ہیں اور کہتے ہیں:

"In the final analysis, Radha Krishan's is an integrative and most reasoned approach and Iqbal's is a stance that is not an inch away from theological one."[31]

ان کی ایک دلیل یہ ہے کہ اقبال ہر شے کو مذہبی نقطۂ نظر سے دیکھتے ہیں۔ اس لیے ان کا رادھا کرشنن سے تقابل نہیں کیا جا سکتا۔ اقبال اور رادھا کرشنن کے انداز تحریر میں یہ تفاوت ہے بھی تو یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ کوئی بھی دو مصنف سرتاپا ایک سے طرزِ تحریر کے مالک نہیں ہو سکتے۔ ان کے ہاں اگر فکری اشتراکات ہوں گے تو کچھ نکات مختلف بھی ہوں گے۔ ان اختلافات سے اشتراکات پر حرف زنی یا ان سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ رادھا کرشنن اور اقبال کے فکر و فلسفے میں بہت سے نکات مماثل ہیں جنھیں نظیر صدیقی نے اپنی کتاب میں تفصیل سے پیش کیا ہے۔

اسی طرح سری اربندو (Siri Aurobindo) اور اقبال کے تقابلی مطالعے کی مثال ہے۔ تارا چند رستوگی کے نزدیک سری اربندو، اقبال سے بڑے مفکر ہیں۔ تارا چند رستوگی اقبال کے فکرو فلسفہ کے متنوع جہات سے منکر نظر آتے ہیں جب کہ سری اربندو کی تعریف میں زمین آسمان کے قلابے ملاتے نظر آتے ہیں۔

تارا چند رستوگی کے نزدیک اقبال اور سری اربندو کے تقابل کی سعی عبث ہے۔ لکھتے ہیں:

"One would left only gap if the attempts were made to stand Iqbal beside Aurobindo. The latter's acadamic achievements, revolutionary zest and zeal, insightful and intuitive views and visions transcending even human reachouts,

and the aesthetics be worked on are all superb and sublime. Iqbalian metaphysics on the other hand, gets enmeshed in the Self/Ego; he failed to differentiate between the self and Ego even. Islam to Iqbal in cosmopolotanism; his message in nothing but the creatin of crusading Ego that would even have a tyrest with God. Iqbalean latitudes and parameters of thoughts could never go beyond the confines of paronia and magalomania born of his coming from low profiled background."(32)

محولہ بالا اقتباس سے تارا چند رستوگی کی متعصبانہ سوچ واضح ہے۔ یہاں بھی وہ حسب سابق بغیر دلیل کے اقبال کے افکار کو کم درجہ قرار دے رہے ہیں۔ نیز اقبال کے کم تر خاندانی پس منظر کو اس کا سبب قرار دیتے ہیں۔ ان کا لب و لہجہ ہر بار زہر اگلنے کی حد تک چلا جاتا ہے۔

تارا چند رستوگی ایک طرف تو اقبال کو بالکل رد کر دیتے ہیں، ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ اقبال ایک عظیم شاعر تھے۔ ان کے بیانات کا یہ تضاد الجھن کا باعث ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے وہ خود لاشعوری طور پر اقبال کے قایل ہیں مگر شعوری طور پر اسے ماننے پر آمادہ نہیں۔ چنانچہ اس حقیقت کو جھٹلانے کے لیے بے دلیل بیانات واغتے چلے جاتے ہیں۔ ذیل کا اقتباس دیکھیے جس میں وہ اقبال کی عظمت کے اعتراف کے باوجود اسے عالمگیریت کی صفت سے عاری شاعر قرار دیتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"Iqbal was indeed a Great poet but his greatness does not throb with universility thus gets besmeared."(33)

بات یہ ہے کہ اقبال کے ہاں خودی کا درس دراصل فرد کی قوت اور حمیت کا درس ہے۔ بلا امتیاز رنگ و نسل اور زمان و مکان یہ درس ہر ایک فرد پر منطبق ہوتا ہے یہ عالمگیریت نہیں تو اور کیا ہے؟

چوتھے باب"The Reconstruction of Religious thought in Islam" میں خطبات اقبال پر مشتمل اقبال کی کتاب The Reconstructin of Religious thought in Islamکی اغلاط کی نشاندہی کرتے ہوئے تارا چند رستوگی کا سارا زور اس امر پر ہے کہ یہ کتاب محض اسلام کا پرچار ہے اور اسلام مغرب سے مختلف ہے۔ چنانچہ باب کے آغاز ہی میں لکھتے ہیں:

…"The book in nothing than a crude attempt at what may be called "Westscaping" Islam; Islam is viewed against the background of the western thoughts."(34)

اسی طرح ان خطبات کا محاکمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"From the religious or metaphysical viewpoints these lectures seem to lead into a blind alley. The audiences must have experience lethergic snaps of sleep, the readers too get bored."(35)

اس نوع کے بیانات سے اندازہ ہوتا ہے کہ تارا چند رستوگی نے یہ خطبات بے توجہی سے پڑھے ہیں۔ اس لیے ان کی اہمیت ماننے پر آمادہ نہیں۔ نیز دیگر قارئین کو ان سے برگشتہ کرنے کے لیے بیانات داغنے سے گریز نہیں کرتے۔ خطباتِ اقبال اگر اہم نہ ہوتے یا قابلِ ذکر نہ ہوتے تو اتنی زیادہ تعداد میں ان پر تنقیدی کتب و مقالات تحریر نہ کیے جاتے۔ ان سب کے مقابل تارا چند رستوگی کے ایسے بیانات بے جا تنقیص کے سوا کچھ اور نہیں۔

اس کتاب میں تارا چند رستوگی نے اقبال کی تقاریر اور خطوط پر بھی گرفت کی ہے اور کہتے ہیں کہ اقبال کے خطوط کی کوئی کاپی جناح نے محفوظ نہیں رکھی کیوں کہ وہ انھیں اس قابل ہی نہیں سمجھتے تھے۔(۲۱) مگر اس کی وجہ کیا تھی؟ تارا چند رستوگی نے یہ بتانے کی زحمت نہیں کی۔

تارا چند اس امر سے بھی قطعی منکر ہیں کہ اقبال کا برِصغیر پاک و ہند کی عملی سیاست میں اہم کردار تھا۔ اس معاملے میں نہایت متعصبانہ بیان دیتے ہیں کہ وہ انگریز حکمرانوں کی ایما پر مسلم

کارڈ کھیل رہے تھے۔ بصورتِ دیگر وہ جاگیردرانہ طبقے کے نمائندہ تھے۔ تارا چند رستوگی لکھتے ہیں:

> "Iqbal was basically a poet, not a politician and yet he could not distance himself away from the feudal element who were playing the muslim card according as the British rulers wanted."(36)

تارا چند رستوگی کا محولہ بالا بیان ہرزہ سرائی کے علاوہ کچھ نہیں۔

یوں مجموعی طور پر دیکھا جائے تو تارا چند رستوگی کی زیرِ بحث کتاب سے واضح ہے کہ مصنف اقبال کو یکسر رد کردینا چاہتے ہیں اور اس میں اپنی تمام تر خطیبانہ صلاحیتیں صرف کیے دے رہے ہیں، تاہم اپنے بیانات کے حق میں دلیلیں فراہم کرنے سے قاصر ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کی رائے انتہا درجے تعصّب کا شکار ہے۔

یہ کتاب اس مخصوص ذہن کی عکاس ہے جو اپنے طے شدہ تعصبات کو پیش نظر رکھ کر تنقید کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ مصنف کا مقصد اقبال کی تفہیم سے زیادہ اقبال کابت پاش پاش کر کے توجہ حاصل کرنا ہے۔

ان دونوں کتب کے مطالعے سے ثابت ہوتا ہے کہ تارا چند رستوگی اقبال دشمنی کے ذریعے دراصل توجہ حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اس حوالے سے وہ کامیاب بھی رہے ہیں۔ بصورتِ دیگر ان کی کتب کی حیثیت پرزہ سرائی کے سوا کچھ نہیں۔

تاراچندرستوگی، ایسے ناقدین میں نمایاں ہیں جو عظیم شخصیات کے کاندھوں پر چڑھ کر ان کا بت پاش پاش کر کے اپنا قد بلند کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

حوالہ جات

1. Tara Chend Rastogi. Western Influence in Iqbal. New Delhi: Aohish Publishing house, 1987, P.vii
2. Ibid, P. viii
3. Ibid, P. viii
4. Ibid, P. 22
5. Ibid
6. Ibid
7. Ibid, P. 26
8. Ibid, P. 32
9. Ibid, P. 43
10. Ibid, P. 56
11. Ibid, P. 93
12. Ibid, P. 102
13. Ibid, P. 116
14. Ibid, P. 128
15. Ibid, P. 171
16. Ibid, P. 251
17. Tara Chand Rastogi.Iqbal in Final Countdown. New Delhi: Omsons Publications, 1991, P.1
18. Ibid, P. i
19. Ibid, P. 2
20. Ibid, P. 2
21. Ibid, P. 3
22. Ibid, P. 11
23. Ibid, P. 18
24. Ibid, P. 16
25. Ibid, P. 40

۲٦۔ کلیاتِ اقبال (مرتبہ جاوید اقبال)۔ لاہور: اقبال اکیڈمی، ص۔۳۹۱ (بالِ جبریل ص،۹۷)
۲۷۔ ایضاً۔ص۴۰۲ (بالِ جبریل ص،۴۸)
۲۸۔ ایضاً۔ص۳۷۳ (بالِ جبریل ص،۴۹)
۲۹۔ ایضاً۔ص۴۵۵ ، ۴۵٦، ۴۵۷ (بالِ جبریل ص،۱۳۱)

30. Tara Chand Rastogi. Iqbal in Final Countdown. New Delhi: Omsons Publications, 1991, P.24, 25
31. Ibid, P. 90
32. Ibid, P. 84
33. Ibid, P. 21
34. Ibid, P. 55
35. Ibid, P. 60
36. Ibid, P. 98
37. Ibid, P. 92